سائنس کی ترقی میں قرآن مجید کا تاریخی کارنامہ

تحریر: علامہ محمد شہاب الدین ندوی بنگلور

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلامی دور سے پہلے سائنس کا کوئی باقاعدہ وجود نہیں تھا اور عملی سائنس (پریکٹیکل سائنس) تو گویا سرے سے تھی ہی نہیں بلکہ ''سائنس'' جو کچھ بھی تھی محض یونانی فلسفے کے ماتحت چند نظری چیزوں کا مجموعہ تھی جن کا درجہ ظن وتخمین سے زیادہ نہیں تھا۔ یونانی فلاسفر حکمت ودانش کی باتیں تو بڑی اچھی اچھی کہتے تھے مگر اپنے نظریات ومفروضات کی صحت وصداقت کو ثابت کرنے کے لیے انہیں کسی تجربے یا مشاہدے کی ضرورت کبھی محسوس نہ ہوئی بلکہ اس کے برعکس وہ مشاہدے یا تجربے کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔ اس کے برعکس قرآن مجید نہ صرف تجربے ومشاہدے پر اُبھارتا ہے بلکہ دنیا کی ہر چیز اور ہر مظہر فطرت کا نزدیکی اور باریک بینی کے ساتھ جائزہ لینے کی تاکید کرتا ہے، جیسا کہ اس کی بے شمار آیات سے ظاہر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر یہاں چند آیات کا مفہوم پیش کیا جاتا ہے جن سے اس موضوع کی اہمیت کا پتہ چل سکتا ہے:

(1) وہ نوع انسانی سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ زمین اور اجرام سماوی کی ہر چیز کا غور سے مشاہدہ کرے۔ (یونس:101)

(2) وہ آسمانی برجوں کا مشاہدہ کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ (حجر:16)

(3) وہ درختوں اور پودوں میں پھلوں کے لگنے اور ان کے پکنے کے مناظر پر غور کرنے کا مطالبہ ہے۔ (انعام:99)

(4) وہ اونٹوں کی عجیب وغریب خلقت، آسمان کی اونچائی، پہاڑوں کی مضبوطی کے ساتھ نصب کیا جانا اور زمین کے پھیلاؤ کا مطالبہ کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ (غاشیہ:17-20)

(5) نیز وہ پرزور انداز میں کہتا ہے کہ زمین وآسمانوں کی تخلیق دن رات کے ہیر پھیر، سمندر میں چلنے والی کشتیاں، آسمان سے برسنے والی بارش، زمین سے اگنے والے نباتات، دھرتی پر پھیلے ہوئے حیوانات، ہواؤں اور بادلوں کی تسخیر، غرض ان تمام مظاہر کے قواعد وضوابط میں اہل دانش کیلئے اسباق رکھ دیئے گئے ہیں۔ (بقرہ:164)

اور ان اشیاء میں موجود طبیعی قواعد معلوم کرنے ہی کا نام سائنس ہے جو قرآنی دعوتِ فکر کا نتیجہ ہے۔

واضح رہے کہ سائنس دنیا بھر میں پائی جانے والی چیزوں کے منظم مطالعے کا نام ہے۔ غرض اہل اسلام نے اس

دعوتِ فکر سے متاثر ہوکر اپنے دور میں دنیا کی ہر چیز اور ہر مظہر فطرت پر غور کرنا اور نئے حقائق وضوابط کا پتہ لگانا شروع کیا جس کے باعث جدید سائنس کی داغ بیل پڑی اور ایک بالکل نئے دور کا آغاز ہوا جو سابقہ تمام ادوار سے مختلف تھا بلکہ متعدد حیثیتوں سے مابعد کے ادوار میں بھی اس کی مثال نہیں ملتی کیونکہ یورپ کو سائنس کے میدان میں عروج حاصل کرنے کیلئے لاکھوں آدمیوں کی قربانی دینی پڑی جو کلیسا (چرچ) اور سائنس کی کشمکش کا ایک خونی باب ہے مگر اسلام کی تاریخ اس قسم کے خونی اور سیاہ باب میں خالی ہے کیونکہ اسلام عیسائیت کی طرح تجربے ومشاہدے کا دشمن اور علم وتحقیق کا گلا گھونٹنے والا نہیں بلکہ انہیں پروان چڑھانے والا ہے۔

مؤرخین عموماً اہل اسلام کی بے مثال علمی وسائنسی ترقی پر اپنی حیرت کا اظہار کرتے ہیں۔ مثلاً پروفیسر حتی نے اس کو عربوں کی ذہانت وطباعی کے ساتھ ساتھ کچھ مخفی قوتوں اور صلاحیتوں کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ (دیکھئے ہسٹری آف دی عربس: ص302، مطبوعہ لندن 1977ء) مگر سوال یہ ہے کہ یہ صلاحیت اور اعلیٰ دماغی ان میں کہاں سے آئی؟ اور ان کی مخفی قوتوں کو کس نے بیدار کیا؟ اور سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ تہذیب وتمدن سے عاری ایک تہی مایہ قوم میں یہ قوتیں اچانک بیدار کیسے ہوگئیں؟ کیا اس موقع پر قرآن عظیم کے سوا کوئی دوسرا قومی محرک پایا بھی جاتا ہے جس نے اپنی بے شمار آیات کے ذریعہ نہایت درجہ مؤثر انداز میں ایک سوئی ہوئی قوم کو بیدار کر کے اس کو مطالعہ فطرت اور اس کے رازوں کو بے نقاب کرنے پر آمادہ کر دیا؟ اس حیثیت سے دیکھا جائے تو قرآن عظیم پورے عالمی لٹریچروں میں ایک منفرد اور عظیم الشان صحیفہ دکھائی دیتا ہے۔ یہ قرآن عظیم ہی کا عطیہ اور اس کی زبردست کارفرمائی تھی کہ ریگزارِ عرب کے بدو اور اُونٹ چرانے والے ایک قلیل عرصے میں برق رفتاری کے ساتھ پوری مہذب دنیا پر چھا گئے اور رومی، ایرانی، سریانی، ہندی اور یونانی علوم کے وارث ومالک بن بیٹھے۔ بقول فلپ حتی جن علوم وفنون کو فروغ دینے میں یونانی قوم نے صدیاں لگادی تھیں انہی عرب فضلاء نے صرف چند دہوں میں حاصل کرلیا۔ (کتاب مذکور، ص 307)۔

واقعہ یہ ہے کہ اہل اسلام نے دیگر اقوام کے خام علوم کو لے کر قرآنی دعوتِ فکر کے مطابق مسلسل غور وفکر اور تجربے ومشاہدے کے ذریعہ انہیں بے انتہا ترقی دی اور ان میں ترمیم واضافہ کر کے جدید سائنس کی بنیاد ڈالی، جیسا کہ مؤرخین ومحققین اس سلسلے میں اعتراف کرتے ہیں۔

حاصل یہ کہ اسلام ہی دنیا کا پہلا اور آخری مذہب ہے جس نے سب سے پہلے موجوداتِ عالم میں غور وفکر اور تحقیق و

تجربہ کرنے کی دعوت دی اور عملی و تجرباتی سائنس کی بنیاد ڈالی۔ یہ قرآن کی مثبت اور انقلابی دعوتِ فکر ہی کا نتیجہ تھا کہ اہل اسلام نے اقوام عالم کے باقی ماندہ علمی سرمائے کو اکٹھا کر کے عربی میں ان کا ترجمہ کیا اور ان کی تہذیب و تدوین کی، ان علوم میں نئی نئی راہیں نکالی گئیں اور علم کیمیا، طبیعات، فلکیات، ارضیات، نباتات اور علم ہندسہ و ریاضی وغیرہ کو اپنی تحقیقات و اکتشافات سے بھر دیا۔ ان سب کارناموں کی تفصیل کیلئے ایک دفتر درکار ہے۔

غرض اسلام ایک ابدی اور عالمگیر مذہب ہے وہ ایک کامل فلسفہ حیات کا مالک ہونے کے ساتھ ساتھ ایک زبردست قوت و تحریک بھی رکھتا ہے۔ وہ محض چند عبادات اور رسوم کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک مکمل نظامِ زندگی کا خاکہ پیش کرتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ خلافتِ ارض کیلئے سائنس اور ٹیکنالوجی کی بے حد اہمیت ہے اور جو قوم اس باب میں پیچھے ہو جائے وہ غالب قوموں کی غلام یا ان کا لقمہ تر بن کر رہ جاتی ہے۔ مگر صدیوں کے عقلی جمود کی وجہ سے مسلمانوں کے ذہنوں سے احساسِ زیاں جاتا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب تک یہ جمود نہیں ٹوٹے گا اور کچھ کرنے کا ولولہ پیدا نہیں ہوگا صبحِ نو کا آغاز نہیں ہو سکتا اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ Renaissance برپا نہیں ہو سکتی۔ شاعر مشرق نے کیا خوب کہا ہے۔

چمن میں رختِ گل شبنم سے تر ہے
سمن ہے سبزہ ہے بادِ سحر ہے
مگر ہنگامہ ہو سکتا نہیں گرم
یہاں کا لالہ بے سوزِ جگر ہے

واقعہ یہ ہے کہ قرآن حکیم ایک زندہ اور انقلابی صحیفہ ہے۔ مگر ہمارے موجودہ طرزِ عمل نے اسے ایک مردہ اور بیکار سی کتاب بنا کر رکھ دیا ہے، جس کا مصرف اب محض فاتحہ اور چہلم وغیرہ کے رسوم کو انجام دینا ہے اور بس۔ حالانکہ وہ زندگی کے میدان میں آج بھی ایک انقلابِ عظیم پیدا کر سکتا ہے، بشرطیکہ ہم اس کے ساتھ ایک زندہ کتاب کا سا برتاؤ کریں اور بقول اقبالؒ یقین کامل کے ساتھ جہدِ مسلسل پر عامل ہو جائیں۔

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

(بشکریہ: روزنامہ نوائے وقت لاہور)